© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

دارالعلوم دیوبند نہ صرف انڈوپاک میں بلکہ پورے ایشیا میں اسلامی و دینی علوم و فنون کی سب سے بڑی اور عظیم الشان درسگاہ ہے عالمِ اسلام کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جہاں اس کا فیض نہ پہونچا ہو اور اس کے تعلیم یافتہ موجود نہ ہوں، اس بنا پر یہ درسگاہ مسلمانوں کی متاعِ عزیز ہے، جس پر وہ فخر بھی کرتے ہیں اور جسے دل و جان سے عزیز رکھتے ہیں۔ مسلمانانِ عالم کو اس کے ساتھ جذباتی عقیدت اور محبت ہے اسی بنا پر اس کا وجود جس ملک میں بھی ہوتا تاریخی اور ثقافتی حیثیت سے اس ملک کی حکومت کے لئے (خواہ وہ سرتاسر غیر مسلم ہی ہوتی) لائقِ افتخار و سزاوارِ توجہ خصوصی ہوتا۔ پھر ہندوستان کے لئے دارالعلوم دیوبند کی گذشتہ تاریخ کا یہ پہلو بھی نہایت اہم ہے کہ اس درس گاہ کے جلیل القدر اساتذہ اور عمائد نے اور یہاں کے فارغ التحصیل علمار نے جمعیۃ علمار ہند کے عنوان سے ملک کے لئے حصولِ آزادی کی جدّوجہد میں کانگریس کے ساتھ شریک ہو کر عملی حصہ لیا ہے اور اس راہ میں جو قربانیاں دی ہیں، شدید قسم کی تکلیفیں اور مصیبتیں حکومتِ وقت اور آخر میں خود اپنے برادرانِ اسلام کے ہاتھوں اٹھائی ہیں وہ تاریخ آزادئ ہند کا ایسا روشن باب ہیں کہ دارالعلوم کا بڑے سے بڑا مخالف اور دشمن بھی اُن سے انکار کی جرأت نہیں کر سکتا

دارالعلوم دیوبند نے کانگریس کی تحریک آزادی میں روح اور توانائی پیدا کی ہے مسلمانوں کو بکثرت اُس میں شریک کر کے کانگریس کو اس قابل بنایا ہے کہ وہ اپنے تئیں ملک کے تمام فرقوں کی نمائندہ سیاسی جماعت کہلائے اس طرح اُسی نے قومی ایکتا یعنی نیشنل انٹگریشن کی راہ میں جو رول ادا کیا ہے وہ بجائے خود جہاں بہت اہم ہے، ایک اس بات کی بھی روشن دلیل ہے کہ مسلمان جس قدر اپنے مذہب کا پابند اور اسلامی احکام کا پیرو اور دینی تعلقات سے باخبر ہوگا اُسی قدر وہ دوسروں کا محبوب، وطن اور ملک کا دوست اور سچّا خادم ہوگا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وہ غیر مسلموں کے ساتھ مل جل کر رہے گا اور خود اُن کی خدمت کو اپنا فرض جانے گا۔

اس موقع پر اس واقعہ کا ذکر بے محل نہ ہوگا کہ ایک مرتبہ پنڈت سُندر لال جی نے بیان فرمایا "میں گاندھی جی کے پاس بیٹھا ہوا تھا، باتوں باتوں میں کہنے لگے "سندر لال! بھئی! جو روحانیت مولانا حسین احمد میں ہے وہ کسی میں نہیں میں جب کبھی مولانا حسین احمد کے پاس بیٹھتا ہوں مجھے ہمیشہ بڑی خوشی ہوتی ہے اور میں اُن کی طرف کشش محسوس کرتا ہوں" اس کے بعد فرمایا "مذہب اگر یہ روحانی کشش پیدا نہ کرے تو وہ مذہب ہی کس کام کا ہے؟" علاوہ ازیں چند برس ہوئے محترم صدر جمہوریۂ ہند جو خود بڑے مذہبی انسان ہیں، دیوبند تشریف لے گئے تھے تو انھوں نے بھی اس درسگاہ کو خراجِ تحسین و عقیدت پیش کیا تھا اور اُس کی علمی و دینی خدمات کے ساتھ اُس کے ملکی و وطنی کارناموں کا بھی مسرت کے ساتھ تذکرہ فرمایا تھا

انگریزوں کے زمانہ میں دارالعلوم کے دشمنوں نے اُس پر جہاں طرح طرح کے الزام لگائے اُن میں سب سے بڑا الزام یہ تھا کہ دارالعلوم میں جہاد کی تعلیم دی جاتی ہے اور طلبار کو انگریزوں کے خلاف لڑنے کے لئے ہتھیار چلانا سکھایا جاتا ہے حکومت کی طرف سے اس کی تحقیقات ہوئیں اور جب اس الزام کا کوئی ثبوت نہ ملا تو حکومت مطمئن ہوگئی۔ لیکن اب ملک آزاد ہے۔ ایک قومی اور سیکولر حکومت قائم ہے تو ہندو فرقہ پرستوں نے اپنے اغراض و مقاصدِ فاسدہ کی تکمیل کے ارادے سے کہنا شروع کیا ہے کہ دارالعلوم ملک و وطن کے خلاف سرگرمیوں کا مرکز ہے اور جنیں وچناں ہے۔

ان لوگوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ دارالعلوم کی پوری زندگی ایک کھلی کتاب کی مانند ہے، ہر شخص کو ہر وقت حق حاصل ہے کہ جب چاہے اسے جاکر دیکھے اور جس معاملہ کی تحقیق ضروری سمجھے اُس کی تحقیق کر لے لیکن اس قسم کی الزام تراشیوں سے اُن کا مقصد کبھی حاصل نہیں ہو سکتا۔ مولانا محمد علی مرحوم نے اسی جیسے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

موقع کے لئے فرمایا تھا:۔

یہ نور خدا کا ہے بجھائے نہ بجھے گا
کچھ دم ہے اگر تجھ میں تو آ تو بھی بجھا دیکھ

پچھلے دنوں مسلم یونیورسٹی علی گڈھ کے متعلق پارلیمنٹ، راجیہ سبھا اور اخبارات میں جو ہنگامہ آرائی رہی ہے اس میں بار بار اس بات کو دہرایا گیا ہے کہ یونیورسٹی کے تمام اخراجات کا تکفل گورنمنٹ کر رہی ہے اس لئے گورنمنٹ کو یہ کرنا چاہیئے اور وہ کرنا چاہیئے۔ لیکن جہاں تک دارالعلوم دیوبند کا تعلق ہے یہ بات واضح رہنی چاہیئے کہ دارالعلوم کے مقدس بانی کی وصیت اور اس کے اکابر کے تعامل کی وجہ سے دارالعلوم ایک پیسے کے لئے بھی حکومت کا شرمندۂ احسان نہیں ہے، وہ صرف مسلمانوں کی امداد و اعانت سے چل رہا ہے اس لئے اس عظیم دینی و اسلامی درس گاہ کے متعلق کوئی شخص وہ دھمکی نہیں دے سکتا جو علی گڈھ یونیورسٹی کے متعلق بار بار دی گئی ہے۔ دارالعلوم مسلمانوں کا دینی خود مختار ادارہ ہے اور اس کے نظم و نسق میں کسی بیرونی مداخلت کو گوارا نہیں کیا جا سکتا۔

اس سلسلہ میں ہم ارباب دارالعلوم سے بھی یہ درخواست کریں گے کہ وہ فرقہ پرستوں کی ریشہ دوانیوں سے ہوشیار ضرور رہیں لیکن اس پر ان کو نہ زیادہ پریشان ہونے کی ضرورت ہے اور نہ فرقہ پرستوں کی ژاژ خواہی اس قابل ہے کہ اس کو غیر معمولی اہمیت دی جائے۔ دارالعلوم کی تاریخ میں بدخواہوں کی اس قسم کی کوششیں برابر جاری رہی ہیں لیکن دارالعلوم نے ہمیشہ خاموشی کے ساتھ ان کا مقابلہ کیا ہے اور اس چیز کو اپنے وقار کے خلاف سمجھا کہ پتھر کا جواب پتھر سے دے۔ البتہ ہاں یہ ضرور ہے کہ اس ملک میں آزادی کے بعد جو نئے حالات پیدا ہوئے ہیں اُن کی روشنی میں وہ اپنے نصاب میں ایسی تبدیلی پیدا کریں جو اس ملک کے دینی تقاضوں کے ساتھ ہم آہنگ ہو۔

© rasailojaraid.com